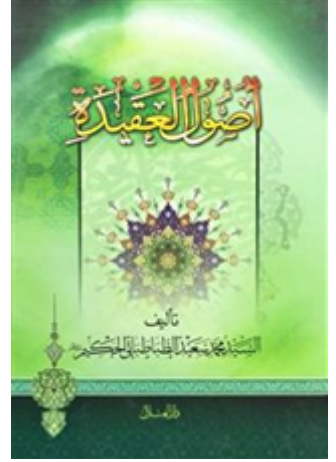


عقل سے کیا مراد ہے؟

<"xml encoding="UTF-8?">



عقل سے کیا مراد ہے؟

ہمارا مقصد عقل سے وہ سخت اور پیچیدہ عقلی اور فلسفی استدلال نہیں جو دقیق برہانی مقدمات پر مبنی ہوں اور جنہیں سمجھنے کے لیے بہت تجربہ اور اعلیٰ مہارت درکار ہو، بلکہ ہماری مراد وہ سیدھی سادی عقل (عقل جلی) ہے جو فطری طور پر انسان کے اندر ودیعت کردہ بنیادی اصولوں (وجدانیات) کی طرف رجوع کرتی ہے۔ یہی وہ عقل ہے جو حق اور باطل میں تمیز کرتی ہے، کلام کے صحیح مدلول ومعنی سمجھتی ہے، اور مکان و مقام کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ یہی وہ معیار ہے جس پر عام عقلاء عالم کے ہاں عذر و مسئولیت طے ہوتی ہے۔ اگر کوئی ان اصولوں سے خارج ہو جائے یا بٹے گا تو یہ وجدان کے خلاف ہوگا، جیسا کہ انسان ہر چیز سے مبرا ہو اور جسے انسان اپنی فطرت سے سمجھ لیتا ہے۔

جس سے باہر نکلنا انسانی ضمیر کے خلاف ہوتا ہے، جیسا کہ انسان محسوس کرتا ہے اگر وہ اپنی فطرت کے ساتھ چھوڑ دیا جائے۔ اس کی وجہ سے ہر مکمل شعور رکھنے والا انسان جو حق تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے، حقیقت کو واضح کر سکتا ہے اور صحیح ثبوتوں کو غلط سے الگ کر سکتا ہے، اور یہ سب سے مختصر، آسان اور غلطی سے پاک راستہ ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنا دین اور شریعت لوگوں پر عام فرض کی ہے اور انہیں اس کا پابند بنایا ہے۔ لہذا، اس کی دلیل کا واضح ہونا ضروری ہے تاکہ ہر کوئی اسے سمجھ سکے، اور یہ صرف مذکورہ طریقے کی طرف رجوع کرنے سے ہی ممکن ہے، جو سب کے پاس ہے اور ان کے لیے اس کی طرف رجوع کرنا اور حقیقت کو جاننے میں اس سے مدد لینا آسان ہے۔ پیچیدہ عقلی دلائل کی بجائے جو صرف خاص لوگ ہی بڑی محنت کے بعد سمجھ سکتے ہیں، اور کبھی: وہ اس میں کامیاب ہوتے ہیں اور صحیح راستہ پاتے ہیں۔ اور کبھی: وہ اس میں غلطی کرتے ہیں اور گمراہ ہو جاتے ہیں، کیونکہ وہ مقدمات جن پر انہوں نے اعتماد کیا تھا وہ غلط تھے یا ان میں کمی تھی جو ان نتائج تک پہنچنے کے لیے کافی نہیں تھے جو انہوں نے اخذ کیے تھے۔

ہاں، حقیقت کو جاننے اور واضح دلیل کو مضبوط کرنے کے لیے پیچیدہ عقلی دلائل سے مدد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے جو صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو علم اور تحقیق میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔

لیکن اس بات کا یقین کرنا اور احتیاط سے کام لینا ضروری ہے کہ یہ دلائل وجدان کے خلاف نہ ہوں اور اس سے باہر نہ نکل جائیں، کیونکہ جو لوگ ان دلائل پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کے عادی ہو جاتے ہیں وہ ان پر فخر کر سکتے ہیں اور ان کے ساتھ جذباتی طور پر جڑ سکتے ہیں چاہے یہ دلائل وجدان کے خلاف ہوں اور ان عمومی بنیادوں کے خلاف ہوں جو اللہ تعالیٰ نے انسان میں رکھی ہیں، اور جن کے ذریعے وہ اس پر احتجاج کرتا ہے۔ یہ ایک بڑی غلطی ہے جو صحیح فطرت کے مطابق عذر کے قابل نہیں ہے، جس پر تعریف اور ثواب، یا ملامت اور سزا کا دارومدار ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جذباتی عقل اور عقلی دلیل کے درمیان ہم آہنگی ضروری ہے، چاہے کتنی ہی پیچیدہ کیوں نہ ہو۔ اگر دلیل جذبے سے ٹکرا جائے اور اس کے تقاضوں سے ہٹ جائے تو ان کے درمیان مصالحت ضروری ہے۔ اور اکثر اوقات یہ بات بصیرت رکھنے والے نقاد کے لیے آسان ہو جاتی ہے۔ اگر ان کے درمیان مصالحت ممکن نہ ہو تو دلیل کو ترک کر دینا چاہیے، کیونکہ یہ بدیہی حقائق کے مقابلے میں ایک شک ہوتی ہے۔

اس کی وجہ استدلال میں خرابی یا اس کے بعض مقدمات میں کمی کا علم ہوتا ہے، اگرچہ اس کی تفصیلات کو واضح کرنا مشکل ہو۔

پروردگار کے دین، حق پر واضح حجت

اور ہر حال میں ہم اس بات پر اصرار کرتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حجت واضح ہے، اور اس نے اپنے بندوں پر اپنا دین اس وقت تک نہیں تھوپا جب تک کہ ان تک کافی دلائل کے ذریعے نہیں پہنچا دیا جو آخرت میں فطری ضروریات اور وجدانی امور پر منتج ہوتے ہیں۔ جو کوئی ان پر غور کرے اور ان کی پاسداری کرے وہ حق تک پہنچ جاتا ہے، اور جو مکمل ادراک رکھنے والے افراد میں سے حق تک نہیں پہنچتا وہ ضرور اس معاملے میں کوتاہی کرنے والا ہے، اور اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے، اس طرح کہ صحیح عقل اسے قبول نہیں کرتی اور اسے ناپسند کرتی ہے، اور اس کے لیے کوئی عذر نہیں دیکھتی۔

اس لیے ہم نے پہلے ہی دین میں عقل کی اہمیت اور اس کی پیروی کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

لوگوں کے ادیان میں اختلاف کی وجوہات

یہاں بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ لوگوں کے ادیان میں اس وسیع اختلاف کا راز کیا ہے، اور یہ کیسے سچے دین کے مضبوط دلائل اور اس کی واضح حجت و برہان کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے؟

اگرچہ بعض لوگ واضح حق کو جان بوجھ کر مخالفت کرتے ہیں، یا مادی فوائد کی خاطر، لیکن زیادہ تر لوگ ایسے نہیں ہوتے۔ بلکہ ہر گروہ اپنے دین اور عقیدے کو ایمانداری اور خلوص کے ساتھ اپناتا ہے، اس پر عمل کرتا ہے، اس کی تبلیغ کرتا ہے، اور اس کی دفاع میں اتنی سختی سے کوشش کرتا ہے کہ ہر قیمتی چیز کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ یہ صرف اس لیے ہوتا ہے کہ حق ان پر پوشیدہ ہوتا ہے۔

اس لیے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حق اتنا واضح نہیں ہے، اور ہر دین اور عقیدے کے ماننے والے کو اس کے اعتقاد میں معذور سمجھا جانا چاہیے، سوائے ان کے جو جان بوجھ کر واضح حق کی مخالفت کرتے ہیں، یا مادی فوائد کی خاطر، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ)) سورة البقرة آية: 213.

اور یہ لوگ بہت ہی کم ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حق میں اختلاف کی کثرت اس کی وضاحت کے منافی نہیں ہے، نہ اس معنی میں کہ وہ

مخالفین کے لیے واضح ہو، بلکہ اس معنی میں کہ وہ اپنی ذات میں واضح ہے، اس طرح کہ اگر انسان معقول طریقوں سے اس کی تحقیق کرے، اس کے دلائل پر غور کرے، اور اس میں وجدان کو حاکم بنائے، تو وہ حق تک پہنچ جائے گا۔ مخالفین اسے واضح نہیں سمجھ پاتے کیونکہ وہ اس معاملے میں کوتاہی کرتے ہیں، یا تو تحقیق اور جستجو میں عدم دلچسپی کی وجہ سے، یا پھر دلائل کو قبول کرنے میں رکاوٹوں کی وجہ سے – جیسے مادی فوائد، تعصب، اندھی تقلید، یا دیگر وجوہات – جو انسان کو اس کی عقل سے محروم کر دیتی ہیں، اور اسے معقول طریقوں سے ہٹا دیتی ہیں جو عام طور پر عقلمند لوگوں کے ہاں معتبر ہوتے ہیں۔

اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معذور نہیں ہو گا، جس نے حق کو فرض کیا اور اس کی حجت کو واضح کیا۔

موجودہ دور میں بت پرستی

یہ بات ہمارے سامنے واضح ہو جاتی ہے جب ہم آج دنیا کے مختلف حصوں میں لوگوں کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں، جہاں ہم دیکھتے ہیں کہ اب بھی کچھ لوگ ایسے مذاہب کو مانتے ہیں جو ضروری طور پر باطل اور ظالمانہ ہیں، جیسے بت پرستی، اور انہیں ادراک، طاقت اور قوت کا مالک سمجھنا، حالانکہ یہ بے جان چیزیں ہیں جو بنائی گئی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَلُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبِطْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا قُلْ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِي فَلَا تُنْظَرُونَ)) سورة الأعراف آية: 194-195.

اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے عقائد پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں، ان پر عمل کرتے ہیں، ان کا دفاع کرتے ہیں، اور ان کے لیے تعصب کا مظاہرہ کرتے ہیں، خواہ وہ ان کی حقیقت سے بے خبر ہوں یا جان بوجھ کر نظر انداز کر رہے ہوں۔

ہمارے بعض قابل اعتماد مومن بھائیوں نے ہمیں بتایا – اور ذمہ داری ان پر ہے – کہ کچھ عرصہ پہلے ہم جاپان گئے تھے، سرکاری دورے پر، اور وہاں ہمارے ساتھ جاپانی حکومت کا ایک سرکاری میزبان تھا جو ہمیں ملک کے اہم مقامات دکھانے کے لیے تھا۔ ایک دن جب ہم شام کے قریب سڑک پر تھے، تو اچانک ٹریفک رک گئی اور گاڑیاں روک دی گئیں، تاکہ ان کے معبود کے لیے راستہ کھولا جا سکے۔ ہمارے سامنے سے دو نوجوان لڑکے اور دو لڑکیاں گزرے جو ایک چوکی پر ایک بڑے انسان کے مجسمے کو اٹھائے ہوئے تھے۔ میں نے میزبان سے اس کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا: یہ معبود ہے جو اس وقت بے چین ہو جاتا ہے جب سورج ڈوبنے لگتا ہے اور اندھیرا چھانے لگتا ہے، اس لیے اسے سیر کے لیے سڑکوں پر گھمایا جاتا ہے تاکہ اسے تسکین ملے۔

میزبان ہمیں ایک مندر میں لے گیا جہاں ان کا ایک معبود تھا، جو ایک انسان کے مجسمے کی شکل میں تھا جس کے سولہ ہاتھ تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ ہر ہاتھ زندگی کے ایک پہلو کو سنبھالتا ہے، جیسے رزق، صحت، محبت وغیرہ۔ مجسمے کے سامنے ایک کھڑکی تھی جیسے وہ سڑک پر نظر رکھتا ہو۔ میزبان نے ہمیں بتایا کہ جو لوگ صبح کے وقت اس کے سامنے سے گزرتے ہیں اور اچھا کام کرتے ہیں، وہ خوش ہوتا ہے، اور جو برا کام کرتے ہیں، وہ ناراض ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا: کیا یہ واقعی ایسا ہی ہے؟

اس نے کہا: یہ ایک قسم کی نفسیات ہے۔

یہ ان کی عقل کی کمزوری یا فکری و ثقافتی سطح کی کمی کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ اس لیے کہ وہ حق تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے، اور اپنے موروثی روایات پر جمے رہتے ہیں۔ اس لیے جب انہوں نے مادی پہلوؤں پر توجہ مرکوز کی، تو وہ ماضی پر جمود کو قبول نہیں کیا، بلکہ اس سے آزاد ہو گئے اور بہترین چیز تک پہنچنے کی

کوشش کی، یہاں تک کہ وہ اقتصادی اور صحت کے میدانوں میں ترقی کر گئے۔

اگر وہ دین اور عقیدے پر اسی طرح توجہ دیتے جیسے مادیات پر دیتے ہیں، تو ان کے لیے حق تک پہنچنا مشکل نہ ہوتا، کیونکہ وہ پہلے ہی واضح ہے۔ جیسا کہ انسان جھوٹے مذہب کو تقلید، تعصب یا حقیقت کی تلاش میں رواداری کی بنیاد پر اپنا سکتا ہے اور اس کے بطلان کی ضرورت کو نظر انداز کر سکتا ہے، اسی طرح وہ حق کو بھی تقلید، تعصب یا رواداری کی بنیاد پر رد کر سکتا ہے اور اس کی صحت کی ضرورت کو نظر انداز کر سکتا ہے۔

دین حق کی مخالفت بداہت سے خارج ہونے کا سبب بنتی ہے جب مذکورہ شخص نے ہمیں جاپان میں اپنے سابقہ واقعات کے بارے میں بتایا تو وہ اس سے انتہائی حیران اور ناخوش تھا، تو میں نے اس سے کہا - پچھلی یقین کی بنا پر :-

اے حاجی، یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے اور نہ ہی یہ بت پرستوں تک محدود ہے، بلکہ جو کوئی بھی مکمل حقیقت تک نہیں پہنچتا اور اس کی مخالفت کرتا ہے، وہ ضرور کسی نہ کسی مرحلے پر بداہت سے ٹکرا جائے گا، اور وجدان کی مخالفت ایک ناخوشگوار انداز میں کرے گا۔ ہم نے اس کے سامنے کچھ شواہد اور مثالیں پیش کیں جو شاید اب ذکر کرنا مناسب نہ ہو، اور ممکن ہے کہ بعد میں ہماری گفتگو سے یہ واضح ہو جائے۔

تحقیق میں موضوعیت کی دشواری عذر نہیں

ہاں، ہم تحقیق میں موضوعیت کی دشواری اور موروثی مسلمات اور جمع شدہ باتوں سے آزاد ہونے، نیز آباؤ اجداد کی تقلید سے نکلنے کی مشکل کو تسلیم کرتے ہیں، جو تعصب کی اہم وجوہات میں سے ہیں، اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی دھندلاہٹ جو حقیقت تک پہنچنے اور اسے تسلیم کرنے میں رکاوٹ بنتی ہے۔ خصوصاً اس حقیقت کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہے اور جسے شر کی قوتیں، جو اسے اپنے مفادات کے لیے خطرہ اور اپنے شیطانی منصوبوں کے راستے میں رکاوٹ سمجھتی ہیں، تاریک کرنے اور بدنام کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

لیکن یہ سب واضح دلائل اور قطعی ثبوتوں سے انحراف کا کوئی عذر نہیں بن سکتا جو مذکورہ حقیقت کے پاس ہیں، اور جن کی پیروی اور تسلیم کرنا صحیح عقل اور وجدان کا تقاضا ہے، جنہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان میں ودیعت کیا ہے، اور انہی کے ذریعے اس سے بازپرس ہوگی۔

اس لیے جو شخص اپنی سلامتی اور خطرات سے بچاؤ چاہتا ہے، اس کے لیے کوئی چارہ نہیں کہ وہ حقیقت کی تلاش کرے، اس تک پہنچنے کی کوشش کرے، اور اس کے دلائل کو مکمل موضوعیت اور ہر قسم کے تعصب سے پاک ہو کر دیکھے، اور اپنے عقل سے فیصلہ کرے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر باطنی حجت ہے، اور یہی اس کے ثواب و عقاب، اور خوشی و غم کا معیار ہے۔

دین حق کی تحقیق میں موضوعیت

ہر وہ شخص جو حقیقت تک پہنچنے اور اس کے دلائل و حجج کو مکمل موضوعیت اور موروثی مسلمات سے آزاد ہو کر دیکھنے کا خواہشمند ہے، اسے چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں درج ذیل امور سے مدد لے:

ہر کسی سے غلطی کا امکان

انسان غلطیوں کا پتلہ ہے لہذا ہر ایک سے خطا کا امکان موجود رہتا ہے

پہلا: وہ شروع ہی سے اپنے ذہن میں یہ بات رکھے کہ ہر عقیدے میں خطا کا امکان ہے چاہے اس کے کتنے ہی پیروکار کیوں نہ ہوں، کیونکہ لوگوں کے عقائد کا اختلاف ان کی نسلی، فکری، ثقافتی یا دیگر سطحوں کے اختلاف کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ بہت سے متضاد اور متقاطع عقائد کے پیروکار اعلیٰ علمی و ثقافتی سطح کے افراد

میں سے بھی پائے جاتے ہیں جو مختلف قومیتوں اور ممالک سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ عقیدے میں خطا کا امکان ہر ایک سے ہے۔

اور پیروکاروں کے بارے میں حسن ظن رکھنا اس بات کی بنیاد نہیں بن سکتا کہ ان کا مذہبی عقیدہ درست ہے، اور ان سے خطا کا امکان خارج ہے چاہے ان کا مقام کچھ بھی ہو۔

بلکہ سب سے پہلے عقیدے کے اصولوں اور اس کے دلائل کو مکمل موضوعیت کے ساتھ دیکھنا چاہیے، تاکہ جب اس کی حالت واضح ہو جائے تو اس کے پیروکاروں کو خطا یا صواب، ہدایت یا گمراہی کے مناسب حکم سے نوازا جائے، جیسا کہ امیر المؤمنین (علیہ السلام) نے فرمایا:

قال أمير المؤمنين (عليه السلام) :

"اعرف الحق تعرف أهله"

(أنساب الأشراف 3: 35 في وقعة الجمل، وص: 64 مقتل الزبير بن العوام / تفسير القرطبي 1: 340

"حق کو پہچانو، تم اس کے اہل کو پہچان لو گے۔"

في تفسير قوله تعالى: ((ولا تلبسوا الحق بالباطل))

(من سورة البقرة آية: 42 / فيض القدير شرح الجامع الصغير 1: 210، 4: 17 / تاريخ اليعقوبي 2: 210 في خلافة أمير المؤمنين علي بن أبي طالب / أبجد العلوم 1: 126. الإعلام الثامن في آداب المتعلم والمعلم في الجمل السابعة)

سورہ بقرہ آیت 42 کی تفسیر میں جو فرمایا: "اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ"

وقال الحارث بن حوت لأمير المؤمنين (عليه السلام) : أتراني أظن أصحاب الجمل كانوا على ضلالة؟! فقال (عليه السلام) : "يا حارث إنك نظرت تحتك ولم تنظر فوقك فحرت، إنك لم تعرف الحق فتعرف أهله، ولم تعرف الباطل فتعرف من أتاه"

(نهج البلاغة 4: 63 واللفظ له / تاريخ اليعقوبي 2: 210 في خلافة أمير المؤمنين علي بن أبي طالب)

اور حارث بن حوت نے امیر المؤمنین (علیہ السلام) سے پوچھا: کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اہل جمل گمراہی پر تھے؟

تو آپ نے فرمایا: "اے حارث، تم نے اپنے نیچے دیکھا اور اپنے اوپر نہیں دیکھا اس لیے حیران ہو، تم نے حق کو نہیں پہچانا اس لیے اس کے اہل کو نہیں پہچان سکے، اور تم نے باطل کو نہیں پہچانا اس لیے اس کے پیروکاروں کو نہیں پہچان سکے۔"

دلیل کی دلالت کا تعین

دوسرا: ہر دلیل جو محقق کے سامنے آئے، جو کسی حساس مذہبی مسئلے پر قائم کی گئی ہو جسے وہ تسلیم کرتا ہو یا رد کرتا ہو، اسے چاہیے کہ وہ فرض کرے کہ اسی جیسی دلیل کسی دوسرے غیر حساس مسئلے پر قائم کی گئی ہو، یا پھر اس کے برعکس سمت میں حساس مسئلے پر۔ اگر وہ اسے اس دوسرے مسئلے کو ثابت کرنے کے لیے مناسب پاتا ہے تو یہی دلیل مذکورہ مسئلے کو ثابت کرنے کے لیے بھی مناسب ہے، اور اگر وہ اسے مناسب نہیں پاتا تو یہ دلیل اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے بھی مناسب نہیں ہے، کیونکہ مستدل علیہ کے اختلاف کا دلیل کی قوت یا ضعف پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

بس اتنی بات ہے کہ کچھ حالات میں یہ معارض ہو سکتی ہے اور کچھ میں نہیں۔ یہ ایک الگ معاملہ ہے جس میں معارضت کے مسئلے پر تحقیق کی ضرورت ہوتی ہے، اور اس کا دلیل کے استدلال کے لیے مناسب ہونے یا نہ

ہونے پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر اگر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کوئی حدیث بعض صحابہ کے بارے میں - جن کے بارے میں مسلمانوں میں شدید اختلاف ہے - تعریف یا تنقید میں وارد ہوئی ہو، اور محقق یہ جاننا چاہتا ہو کہ اس حدیث کی دلالت کس حد تک ہے، تو اسے چاہیے کہ وہ فرض کرے کہ اسی جیسی حدیث نبی موسیٰ (علیہ السلام) سے ان کے بعض اصحاب کے بارے میں وارد ہوئی ہو جن کا معاملہ ہمارے لیے اہم نہیں، یا پھر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہی کسی دوسرے صحابی کے بارے میں وارد ہوئی ہو جسے ایک گروہ مانتا ہو جو اس گروہ کے مخالف ہو جو مذکورہ حدیث میں مذکور شخص کو مانتا ہے۔

اس طرح اس کے لیے اس حدیث کی دلالت کو مکمل موضوعیت کے ساتھ تعصب اور جبر سے دور ہو کر متعین کرنا آسان ہو جاتا ہے۔"

"دلیل کی وضاحت پر توجہ دی جانی چاہیے، نہ کہ مخالف کو قائل کرنے پر تیسرا: محقق کو چاہیے کہ وہ دلائل پر غور کرتے وقت اپنے مخالف کو قائل کرنے یا خاموش کرانے کی بجائے، اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے دلیل پیش کرنے پر زیادہ توجہ دے، جیسا کہ ارشاد ہے:

وَقَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ ((يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا وَتُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ)) سورة النحل آية: 111.

کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تنہا کھڑا ہوگا، نہ اپنے فائدے کا مالک ہوگا اور نہ نقصان کا، اور نہ ہی اس کے پاس سلامتی کا کوئی ذریعہ ہوگا سوائے اس کے دلیل اور حجت کے۔

اور وہ سبحانہ لطیف وخبیر ہے، اسے صحیح دلیل اور کمزور دلیل میں فرق کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی، اور نہ ہی اس کے سامنے ضد اور مغالطے کام آتے ہیں۔ پھر وہی حاکم قہار ہے، اور عدل کے ساتھ جزا دینے والا، بہترین ثواب یا سخت ترین عذاب۔

اس لیے یہ بات محقق کو اس پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ اپنے معاملے کو احسن طریقے سے طے کرے، اور دلائل و حجت کو اپنے عقل و وجدان سے پرکھے، ہر قسم کے تعصب سے پاک ہو کر، تاکہ اس کا دلیل اس کا مضبوط سہارا اور قیامت کے دن اس کی سلامتی کا ذریعہ بن جائے۔

اور جو شخص ابھی تک اللہ تعالیٰ کے وجود، اور اس کے وعدہ بعث و حساب، اور ثواب و عقاب اور عذاب کو تسلیم نہیں کرتا، اس کے لیے کم از کم یہ تو ممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے وجود کے امکان کو تسلیم کرے، اور بغیر دلائل پر غور کیے اس کے انکار کا راستہ اختیار نہ کرے۔ بلکہ اس کا عقل فطرتاً اسے احتیاط اور تحفظ کی طرف لے جاتا ہے، تاکہ وہ مکمل (objectivity) کے ساتھ دلائل پر غور کرے، بغیر کسی ضد اور ہٹ دھرمی کے۔ تاکہ وہ ہلاکت اور دائمی خسارے سے محفوظ رہ سکے۔

خاص طور پر جیسا کہ امام صادق (علیہ السلام) نے بعض زنداقہ کے ساتھ اپنی گفتگو میں تنبیہ فرمائی ہے

الإمام الصادق (عليه السلام) قال له: "إن يكن الأمر كما تقول - وليس كما تقول - نجونا ونجوت، وإن كان الأمر كما نقول - وهو كما نقول - نجونا وهلكت" بحار الأنوار 3: 47.

خاص طور پر جیسا کہ امام صادق (علیہ السلام) نے ان (زنداقہ) سے فرمایا: "اگر معاملہ ویسا ہی ہے جیسا تم کہتے ہو - اور ایسا نہیں ہے - تو ہم بھی بچ جائیں گے اور تم بھی، اور اگر معاملہ ویسا ہے جیسا ہم کہتے ہیں - اور ویسا ہی ہے - تو ہم بچ جائیں گے اور تم ہلاک ہو جاؤ گے" -

رہی بات مخالف کو قائل کرنے پر توجہ دینے کی، تو یہ حقیقت تک پہنچنے اور اس کے سامنے مسؤولیت اور ذمہ

داری سے بری ہونے کی ضمانت نہیں دیتا، کیونکہ مخالف اتنا سادہ لوح بھی ہو سکتا ہے کہ کمزور ترین دلائل سے قائل ہو جائے، اور اتنا ہٹ دھرم اور متعصب بھی ہو سکتا ہے کہ مضبوط ترین دلائل سے بھی قائل نہ ہو، بلکہ اگر وہ جھگڑے اور بحث میں ماہر ہو تو وہ ان دلائل کو گھما پھرا کر پیش کرنے کی کوشش بھی کر سکتا ہے۔

ہاں، جب صحیح استدلال اور واضح دلیل کے ذریعے حقیقت تک پہنچ جائیں، اور اس پر قناعت حاصل ہو جائے، تو پھر مخالف کو قائل کرنے پر توجہ دینا اچھا ہے، خواہ اس کی ہدایت کی خاطر ہو یا اس کے شر اور شور کو ختم کرنے کی خاطر۔

یہ ہماری نصیحت ہے ہر اس شخص کے لیے جو دینی حقائق کی تلاش میں ہے، بلکہ ہر حقیقت کی تلاش میں ہے۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ وہ ہماری اس گفتگو کے مختلف مراحل میں اس پر عمل کرے گا۔ اسی طرح ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں اس معاملے میں درست رہنمائی عطا فرمائے، تاکہ حقیقت کو طالب تک پہنچایا جا سکے۔ اور ہمیں مغالطوں، ضد، جھگڑوں اور بحثوں سے دور رکھے۔ بے شک وہی بہترین مددگار اور رہنما ہے، اور وہی سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

اور جب سے اس تمہید میں عقل کی اہمیت اور دینی حقائق میں مکمل (objectivity) کے ساتھ اس کے استعمال کی ضرورت پر بات ختم ہوئی ہے، تو اب اس موقع پر گفتگو درج ذیل امور پر ہوگی: ایک تمہید جس میں ان امور پر بحث ہوگی جو مکلف کے لیے دین کے معاملے میں اس کے فرائض کو متعین کرنے میں مددگار ہوں۔

پھر چند مقاصد جن میں دین کے بنیادی اصولوں پر بحث ہوگی جن پر ایمان لانا ضروری ہے، اور ان کے دلائل پر۔

پھر ایک خاتمہ جس میں ان متعلقہ امور پر بحث ہوگی جن کے بارے میں اولیاء اور مخالفین میں کافی گفتگو ہوئی ہے، حتیٰ کہ بعض شبہات ایسے بھی پیش کیے گئے ہیں جو بعض دینی حقائق کو تسلیم کرنے سے روکتے ہیں جن پر واضح دلائل موجود ہیں۔

اور ہم اللہ سبحانہ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں اس کام کو بہترین اور مکمل طریقے سے انجام دینے میں مدد فرمائے، اپنے فضل، جود اور کرم سے۔

ماخوذ از کتاب: اصول العقیدۃ

آیت اللہ العظمیٰ سید محمد سعید الحکیم (قدس سرہ)۔

مترجم: یوسف حسین عاقلی